www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

اشاعت کا چودھواں سال
14th year of Publication

مبلغ

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3روپے

25/اکتوبر 2013ء جمعۃ المبارک 19 ذوالحجۃ ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر: 38

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

مَلَہ چھلکتہٕ مَلَو چھوٗکُک
مَلَو ڈیوٗنٹھ مَے نہٕ عٔلمُک ناو
مَلَو تتہِ بوٗنہٕ بَرتَل ڈولُک
مَلَو لزرآوُتھ مَلہٕ ناو

اے مُلاّئے شکم پرست! تو کبھی صاف وپاک نہیں رہتا، تو علم سے کورا اور تہی دست ہے، جب تو وہاں پہنچے گا تو اسفل میں حیران وششدر ہوگا، افسوس تو نے اپنے ننگ وناموس کو ڈبو دِیا۔

جمہوری ہندوستان میں مدارِس اسلامیہ

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں ہے اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پرواجب ہے۔ مدیر

اسلامی تہذیب کی حفاظت کا ذریعہ

عبدالمتین قاسمی

ہندوستان ایک ایسا ملک رہا ہے جس میں مختلف مذاہب وملل، رنگ ونسل اور ذات پات کے لوگ نیز مختلف زبانیں بولنے والے نہایت ہی الفت ومحبت، اخوت وبھائی چارہ کے ساتھ رہتے آئے ہیں، دُنیا میں بھارت کی یہی شناخت ہے اور یہی ان کی عظمت کا کلیدی سبب بھی رہا ہے، آزاد ہندوستان کا آئین بھی تمام مذہبی ولسانی گروپوں کو اپنی پسند کا مذہب، زبان ثقافت اپنانے اور اس کی ترویج واشاعت کی آزادی عطا کرتا ہے، اسی سبب مسلم قوم نے بھی اپنی ثقافت کے تحفظ کیلئے مدارس کا جال بچھایا، اسلامی مدارس مسلم سماج کی تہذیب وثقافت کے ضامن ہیں، اور اگر یہ کہا جائے کہ ’’ہندوستان کے گلی کوچوں سے اسلام کی جو بو آتی ہے اور مسلم سماج میں جو دینی غیرت وحمیت باقی ہے وہ اُنھیں مدارس کی رہین منت ہیں‘‘ تو شاید بے جانہ ہوگا۔ ویسے تو ہندوستان میں اسلام کی آمد سے ہی مختلف شکلوں میں مدارس وجود میں آگئے تھے، لیکن ۱۸۵۷ء کا ہلاکت خیز وہوشربا انقلاب جس میں لاتعداد ملک کے سپوتوں کی شہادت، انگریزی تسلط کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا، یہ ایسی چیزیں تھیں جس نے تمام برادران وطن اور خاص کر مسلم طبقہ کے ذہن ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، احساس مایوسی وناکامی ان کے گلے لگ گئی، ادھر ظالم وجابر انگریزی حکومت نے وطن عزیز کے طول وعرض میں مسیحیت کے فروغ کے خاطر مشنریوں کا ایسا جال پھیلایا جو اسلامی ثقافت کی بقا کے لئے ایک چیلنج بن کر اُبھرا۔

ایسے پُرفن اور پُرآشوب دَور میں علماء ومفکرین اسلام نے اپنی تہذیب کے تحفظ کیلئے ملک کے مختلف گوشوں میں دینی مدارس کھولنے کا فیصلہ کیا، جس کے تحت دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنو وغیرہ مدارس کا قیام عمل میں آیا، آج تو الحمدللہ ایسے ہزاروں مدارس ہیں جہاں پر تشنگان علوم شریعت اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں، درحقیقت یہ مدارس اسلام کے قلعے ہیں، اسلامی ثقافت کی جائے پرورش وپرداخت ہیں، اسلامی اقدار کی شناخت ہیں، الفت ومودت کا معیار ہیں، اخوت وبھائی چارہ کی مثال ہیں، ایثار وقربانی کا نمونہ ہیں، حسن اخلاق کا منبع ہیں، قومی یکجہتی کا عنوان ہیں، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی علامت ہیں، صبر وتحمل اور مذہبی رواداری کا گہوارہ ہیں، جہاں پر حب الوطنی اور قوم پرستی کا درس دیا جاتا ہے، برادرانِ وطن کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی جاتی ہے، انسانی حقوق کے تئیں حساسیت کا سبق دیا جاتا ہے، انسانی جان ومال کی قدر وقیمت ذہن نشین کرائی جاتی

آج اس مادی دَور میں جبکہ دُنیا کی تصویر یکسر بدل گئی ہے، حیرت انگیز قسم کے جرائم وجود میں آرہے ہیں، بھیانک قسم کی برائیاں جنم لے رہی ہیں، عریانیت وبے حیائی کا بازار گرم ہے، مسلمان بھی ان کے ارتکاب میں کچھ پیچھے نظر نہیں آرہے ہیں، دُنیا نے اگرچہ حیرت انگیز ترقی کرلی ہے، سائنس دان ستاروں پر کمندیں ڈالنے کے انتظامات کررہے ہیں، لیکن اس کے باوجود دُنیا بے اطمینانی اور بے چینی کا دور دورہ ہے، انسانیت سِسک رہی ہے، دُنیا کراہ رہی ہے، کسی بھی طرف اَمن وشانتی کا نام ونشان نہیں۔ بدامنی وخلفشار درحقیقت علوم نبوت سے کنارہ کشی کا نتیجہ ہیں۔

ہے، ’’مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی مزدوری دے دو‘‘ کی وصیت کی جاتی ہے، اور ’’کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت وبرتری حاصل نہیں‘‘ کا اعلان کیا جاتا ہے۔

آج اس مادی دَور میں جبکہ دُنیا کی تصویر یکسر بدل گئی ہے، حیرت انگیز قسم کے جرائم وجود میں آرہے ہیں، بھیانک قسم کی برائیاں جنم لے رہی ہیں، عریانیت وبے حیائی کا بازار گرم ہے، مسلمان بھی ان کے ارتکاب میں کچھ پیچھے نظر نہیں آرہے ہیں، دُنیا نے اگرچہ حیرت انگیز ترقی کرلی ہے، سائنس دان ستاروں پر کمندیں ڈالنے کے انتظامات کررہے ہیں، لیکن اس کے باوجود دُنیا بے اطمینانی اور بے چینی کا دور دَورہ ہے، انسانیت سِسک رہی ہے، دُنیا کراہ رہی ہے، کسی بھی طرف اَمن وشانتی کا نام ونشان نہیں۔ بداَمنی وخلفشار درحقیقت علوم نبوت سے کنارہ کشی کا نتیجہ ہیں، اسلامی اقدار سے بیزاری کا پرتو ہیں، جن سے ان مدارس میں طلبہ کو آراستہ وپیراستہ کیا جاتا ہے، یہاں کے فارغین پوری دُنیا میں خاص کر ملک کے مختلف گوشوں میں مختلف طریقے سے انسانیت کی خدمت میں مصروف ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ ’’انسان وحشی درندوں سے بھی بدتر ہوتا اگر یہ مدارس نہ ہوتے‘‘ تو شاید بجا ہوگا۔

آیئے ایک دوسری حیثیت سے جائزہ لیتے ہیں، ہمارے اس ملک میں جس طرح پڑھے لکھے نوجوان بے روزگاری کا قہر جھیل رہے ہیں، وہ اپنے آپ میں ایک تلخ حقیقت ہے، کتنے نوجوانوں کی خودکشی کی خبریں روز بروز اخباروں میں رہتی ہیں، یہ بھی اپنے آپ میں ایک حقیقت ہے کہ یہ ادارے ایسے سینکڑوں اور ہزاروں نوجوانوں کی ہر سال کھپت کرتے ہیں، جس سے نمایاں طور پر مسلم طبقہ کی بیروزگاری دور ہوتی ہے، پیار ومحبت، فرقہ وارانہ یگانگت اور قومی یکجہتی کی پہچان ہیں، زبان اُردو کی ترویج واشاعت میں مدارس کا کردار کسی بھی اہل نظر سے مخفی نہیں ہے، مسلمانوں میں جو مفکر طبقہ ہے، اسے انگریزی لٹریچر پڑھنے سے فرصت نہیں، ان کی تقریریں اور تحریریں سبھی انگریزی زبان میں، لیکن بیشتر دینی ادبی، اصلاحی اُردو رسالوں کے علاوہ اُردو تالیفات وتصنیفات ان مدارس میں پہنچتی ہیں اور قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، بلکہ بہت سے ایسے دینی ادارے ہیں، جو اپنا پریس رکھتے ہیں اور ان جریدوں // بقیہ صفحہ 6 پر……//

اسلام اور ٹریفک

جسٹس مولانا تقی عثمانی صاحب (مدظلہ العالی)

آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے جب میں پہلی بار جنوبی افریقہ گیا تو کسی جدید ترقی یافتہ ملک کی طرف وہ میرا پہلا سفر تھا، اب تو جنوبی افریقہ پرامن طور پر آزاد ہو چکا ہے، اور وہاں نسلی امتیاز کی پالیسی ایک قصہ پارینہ بن چکی ہے، لیکن ان دنوں وہاں سفید فام ڈچ حکمرانوں کا راج تھا اور نسلی امتیاز کے قوانین پوری آب وتاب پر تھے، چنانچہ بڑے شہروں میں مستقل رہائش کا حق صرف گوروں کو حاصل تھا، دوسری نسلوں کے لوگوں کیلئے الگ الگ آبادیاں قائم تھیں، جو ان بڑے شہروں سے کافی فاصلے پر واقع تھیں، جوھانسبرگ سے تقریباً تیس میل دور ایک ایسی ہی خوبصورت آبادی ''آزادویل'' کے نام سے بسائی گئی تھی جو تمام تر ہندوستانی نسل کے باشندوں کیلئے مخصوص تھی، ہمارے میزبان چونکہ اسی آبادی میں رہتے تھے، اسلئے ہمارا قیام بھی وہیں ہوا، یہ بڑی پرفضا بستی تھی، جو زیادہ تر رہائشی مکانات پر مشتمل تھی، تھوڑی آبادی کیلئے اگر ایک وسیع رقبے پر منصوبہ بندی کے ساتھ مکانات بنائے جائیں تو ظاہر ہے کہ بستی میں کشادگی کا احساس ہوگا، یہی صورت یہاں بھی تھی کہ یہ بستی بہت خوبصورت لگتی تھی، کھلی کھلی، پرسکون اور حد درجہ صاف ستھری، یہاں کے مکینوں میں سے تقریباً ہر شخص کے پاس اپنی اپنی کار تھی، لیکن سڑکوں پر ہجوم کا سوال ہی نہیں تھا، پیدل چلنے والے بہت کم تھے، سڑک پر اِکا دُکا چلنے والے نظر آجاتے، اور وہ بھی زیادہ تر فٹ پاتھ پر، ورنہ سڑکیں زیادہ سر سنسان پڑی رہتی تھیں، لیکن ان سنسان سڑکوں پر بھی ہر چھوٹے سے چھوٹے موڑ کے کنارے زمین پر ایک سیاہ لائن کھینچی نظر آتی تھی، اور بعض مقامات پر موڑ کے بغیر بھی، میں نے کار میں سفر کرتے ہوئے دیکھا کہ کار چلانے والا اس لائن پر پہنچ کر چند لمحوں کیلئے رُکتا اور دائیں بائیں دیکھنے کے بعد پھر آگے بڑھتا، میرے لئے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ سڑک دُور دُور تک سنسان پڑی ہے، اور کسی آنے جانیوالے کا نام ونشان نہیں ہے، اسکے باوجود ڈرائیور خواہ کتنی جلدی میں ہو یا باتوں میں کتنا مشغول ہو اس لکیر پر پہنچ کر رُکتا ضرور ہے اور اسکی گردن خود بخود دائیں بائیں اس طرح مُڑ جاتی ہے جیسے کوئی خودکار مشین کسی ریموٹ کنٹرول کے ذریعے مُڑ رہی ہو، پہلی پہلی بار میں یہ سمجھا کہ ڈرائیو کرنیوالے کو اچانک کوئی شبہ ہو گیا جس کیوجہ سے اس نے گاڑی روکی، لیکن جب بار بار یہی منظر نظر آیا تو میں نے لوگوں سے اسکی وجہ پوچھی، انہوں نے بتایا کہ ہمارے ملک میں یہ ٹریفک کا قاعدہ ہے کہ ہر موڑ پر یا جہاں زمین پر یہ لائن کھنچی ہوئی ہو، گاڑی کو روک کر دائیں بائیں دیکھنا ہر ڈرائیور کے ذمے لازم ہے، اب ہمیں اس قاعدے پر عمل کرنے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ کوئی موڑ دیکھ کر یا زمین پر کھنچی ہوئی یہ لکیر دیکھ کر پاؤں بے ساختہ بریک پر پہنچ جاتے ہیں اور گاڑی کے رُکتے ہی گردن دائیں بائیں مُڑ جاتی ہے، اسکے بعد جتنے دن وہاں میرا قیام رہا، میں روزانہ بار بار یہ منظر دیکھتا رہا، کوئی ایک شخص بھی مجھے ایسا نہیں ملا جس نے اس قاعدے کے خلاف ورزی کی ہو، مجھے اپنی قیام گاہ سے مین روڑ تک روزانہ کئی بار جانا پڑتا، اور ہر بار میں یہ دیکھتا کہ کار ڈرائیو کرنیوالا مین روڑ پہنچنے سے پہلے کئی مرتبہ ان سنسان سڑکوں پر رُکتا تھا، حالانکہ مجھے اس پورے عرصے میں ٹریفک پولیس کوئی سپاہی ان سڑکوں پر نظر نہیں آیا جو لوگوں سے اس قاعدے کی پابندی کرا رہا ہو، نہ ہمارے ملک کی طرح ایسے اسپیڈ بریکر نظر آئے جنہیں کار بریکر کہنا زیادہ مناسب ہے۔

یہ نظارہ پہلی بار جنوبی افریقہ میں دیکھا تھا، اور اسلئے اچنبھا معلوم ہوا تھا کہ آنکھیں پاکستان کی آزادی اور بے مہار ٹریفک دیکھنے کی عادی تھیں، بعد میں یہی منظر مشرق ومغرب کے بہت سے ترقی یافتہ ملکوں میں بھی دیکھا، یہاں تک کہ اب نگاہیں اسکی بھی عادی ہو گئیں، لیکن جب اپنے ملک میں ٹریفک کا حال دیکھو تو وہ نہ صرف وہیں کا وہیں ہے، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اُلٹی سمت میں سفر کر رہا ہے، تفصیل بیان کرنے کی ضرورت اسلئے نہیں کہ وہ ہر شخص کے سامنے ہے۔ اس صورتحال کا سبب سرکاری انتظام کا ڈھیلا پن اور تعلیم وتربیت کا فقدان تو ہے ہی، لیکن ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم نے زندگی کے ان روزمرہ کے مسائل کو دین سے باہر کی چیز سمجھ کر رکھا ہے، اور یہ بات ذہن میں بٹھا رکھی ہے کہ دین اور اسلام کا تعلق جو صرف مسجد اور مدرسے سے ہے، دُنیوی کاروبار اس سلسلے کے تمام امور دین کی گرفت سے (معاذ اللہ) باہر ہیں، لہٰذا ٹریفک کے مسائل کا دین سے کیا واسطہ؟ اس غلط سوچ کا نتیجہ یہ ہے کہ ٹریفک کے قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ وہ کسی گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے، بلکہ اب تو قاعدوں کو توڑنا ایک بہادری کی علامت بن گئی ہے۔

ہم نے زندگی کے ان روزمرہ کے مسائل کو دین سے باہر کی چیز سمجھ کر رکھا ہے، اور یہ بات ذہن میں بٹھا رکھی ہے کہ دین اور اسلام کا تعلق جو صرف مسجد اور مدرسے سے ہے، دُنیوی کاروبار اس سلسلے کے تمام امور دین کی گرفت سے (معاذ اللہ) باہر ہیں، لہٰذا ٹریفک کے مسائل کا دین سے کیا واسطہ؟ اس غلط سوچ کا نتیجہ یہ ہے کہ ٹریفک کے قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ وہ کسی گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے، بلکہ اب تو قاعدوں کو توڑنا ایک بہادری کی علامت بن گئی ہے۔

جو شخص جتنے قاعدہ توڑے اتنا ہی وہ اپنے آپ کو بہادر اور جیالا سمجھتا ہے اور اسی غلط سوچ کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ اچھے بھلے دیندار لوگ جو نماز روزے کے پابند ہیں اور مجموعی اعتبار سے حلال وحرام اور جائز وناجائز کی فکر بھی رکھتے ہیں ٹریفک کے قواعد کے دھڑلے سے خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ ان کے ضمیر پر کوئی بوجھ ہوتا ہے اور نہ اس طرز عمل کو غلط یا گناہ سمجھتے ہیں، چنانچہ غلط جگہ پر گاڑی کھڑی کر دینا، مقررہ رفتار سے زیادہ تیز گاڑی چلانا، غلط سمت میں سفر کرنا، رُکنے کے سرخ اشارے کو توڑ دینا جہاں اُوَرٹیکنگ ممنوع ہے وہاں گاڑیوں کو باقاعدہ ریس لگانا، روزمرہ کا کھیل بن کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ یہ سارے کام صرف بے قاعدگی کے زمرے ہی میں نہیں آتے، بلکہ دینی اعتبار سے گناہ بھی ہیں، اوّل تو اسلئے کہ ٹریفک کے تمام قواعد دراصل تمام انسانوں کی مصلحت کے تحت بنائے گئے ہیں اور جو قوانین حکومت کی طرف سے عمومی مصلحت کیلئے بنائے جائیں ان کی پابندی شرعی اعتبار سے بھی واجب ہے، اور اُن کی خلاف ورزی ناجائز۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے ذمہ دار حاکموں کی اطاعت کرو''۔ اس اطاعت سے مراد یہی ہے کہ حکام عمومی مصلحتوں کی بنیاد پر جو قاعدے مقرر کریں (بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو) ان کی پابندی کی جائے، اس پابندی کا حکم اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے قواعد کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہو جاتی ہے

دوسرے جب کوئی شخص سڑک پر گاڑی چلانے کا لائسنس لیتا ہے تو وہ حکام سے زبانی، تحریری یا کم از کم عملی وعدہ کرتا ہے کہ وہ سڑک پر گاڑی چلاتے وقت تمام مقررہ قواعد کی پابندی کریگا، اگر لائسنس کی درخواست دیتے وقت ہی وہ متعلقہ حکام کو یہ بتادے کہ وہ ٹریفک کے اصولوں کی رعایت نہیں رکھ سکے گا تو اسے کبھی لائسنس نہ دیا جائے، لہٰذا اس لائسنس اسی وعدے کی بنیاد پر دیا گیا ہے چنانچہ اسکے بعد اگر وہ ٹریفک کے قواعد کو توڑتا ہے تو اس میں وعدہ کی خلاف ورزی کا بھی گناہ ہے۔

ADMISSION OPEN

SAWA-US-SABEEL EDUCATIONAL INSTITUTE KHANDIPORA KULGAM

"SUCCESS OF BOTH THE WORLDS"

"Committed to the Excellence"

"Under the guidance of Maulana Hamidullah Sahib Damat Barkatuhum"

The School offers admission from Class Nursery to 10th (Boys & Girls) for the academic session 2013-14.

Salient Features:

1. Complete and obligatory veil (Pardah) for girls from class 6th onwards.
2. The School starts functioning with the "Tilawat- e- Qur'an" and "Deen kee Batein".
3. Memorization of Qur'an and Hadith with english translation.
4. Eco- friendly and pollution free brand location.
5. Learning by doing, activity based methods of teaching - learning.
6. Features that make learning fruitful and enjoyable.
7. Well Qualified, experienced, committed and trained faculty of teachers to give your children the best academic base.
8. Science, Mathematics, Computer Science with state of the art labs and library.
9. Special measures for orphans, poor and deserving students.
10. Affordable fee structure.
11. Advisory board of qualified scholars from Islamic and academic fields.
12. Periodic check- up by a board of expert doctors.
13. Boarding facility for boys only.

So rush now to get your Wards admitted at the earliest.

Principal
DUSSEI Khandipora Kulgam

For more details contact Cell No's: 9906431306, 9622627265

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

25 اکتوبر 2013ء جمعۃ المبارک

جوانانِ ملّت کی ذمہ داریاں

کہا جاتا ہے اور بالکل صحیح کہا جاتا ہے کہ نوجوان کسی بھی قوم کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، قوموں کا مستقبل اُن سے وابستہ ہوتا ہے، انقلابات اُن کے دَم سے آتے ہیں، عملی سرگرمیاں بیشتر اُنہیں کی ہوتی ہیں، اسلام چونکہ آفاقی اور عالمی مذہب ہے، اسلئے وہ نوجوانوں کو خاص اہمیت دیتا ہے، اس حدیث میں جوانی کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ: ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، زندگی کو موت سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے، مالداری کو محتاجی سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور صحت کو بیماری سے پہلے'' ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے: ''قیامت کے روز ہر فرزند آدم سے کچھ سوالات ضرور ہونگے، عمر وزندگی کے باریمیں سوال ہوگا، کہ کس کام میں گزاری اور صَرف کی، جوانی کے قیمتی لمحات کیسے گزارے، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، علم کے مطابق عمل کیا یا نہیں؟ اسلام تمام انسانوں خصوصاً نوجوانوں کو یہ پیغام دیتا ہے وہ ایمانی رسوخ پیدا کریں، کفر وفسق اور عصیان وطغیان سے گریزاں ہوں، طاعات کی طرف راغب ہوں، بلکہ اسلام کہتا ہے کہ طاعاتِ الٰہیہ میں منہمک نوجوان قیامت کے روز عرش الٰہی کے سائے میں ہوگا، جہاں اسکے سوا کوئی اور سایہ میسر نہ ہوگا۔

تاریخ کی شہادت یہی ہے اصلاح وصلاح کی تمام تر تحریکات، کوششوں اور سرگرمیوں میں نوجوانوں کا رول سب سے اہم اور نمایاں رہتا ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نوجوانی میں ہی اپنی قوم کے بُرے عقائد، بت پرستی، اصنام تراشی، گراہی اور بدکرداری کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور بتوں کو پاش پاش کرنے کے بعد قوم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر یہ حقیقت واضح کی تھی کہ یہ وہ بت ہیں جن میں نہ نفع پہنچانیکی صلاحیت ہے اور نہ ضرر رسانی کی، تم پر تف ہو اور تمہارے ان ہاتھوں سے تراشے بے جان معبودوں پر تف ہو، تم عقل سے محروم ہو'' (سورۂ انبیاء:٦٦) حق گوئی کی سزا اُن کو آگ میں ڈالکر دی گئی، مگر اُن کے صبر واستقامت میں ذرا بھی کمی نہ آئی اور پھر اللہ کے حکم سے وہ مشتعل آگ اُن کیلئے ٹھنڈک وسلامتی بن گئی۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے، اس وقت وہ نوجوان تھے، پھر نبی بھی بنائے گئے، حضرت یوسف علیہ السلام کو عین عنفوان شباب میں مختلف مصائب سے گزرنا پڑا، قید وبند کی صعوبتوں کا سامنا ہوا، اُن کا صبر وثبات بے نظیر تھا، بالآخر اللہ نے اُن کو اپنی نعمتوں سے دُنیا میں بھی سرفراز کیا، ملک کے خزانے اُنکے سپرد کئے گئے، سورۂ کہف میں جن اہل حق کے ثبات ایمانی اور رسوخ دینی کا ذکر ہے وہ قرآن کے بقول ''چند نوجوان تھے جو اپنے ربّ پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے اُن کو ہدایت میں ترقی بخش دی تھی، ہم نے اُن کے دِل اس وقت مضبوط کردئے تھے جب وہ اُٹھے اور انہوں نے اعلان کیا کہ ہمارا ربّ تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا ربّ ہے، ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے''۔ (کہف:١٤۔١٣)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوری جوانی صبر وعزیمت کے کارناموں سے لبریز ہے، ہجرت کے موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے باہر دُشمنوں کا قافلہ موجود تھا، کہ آپ کے نکلتے ہی نعوذ باللہ کام تمام کردیا جائے، مگر اللہ کے رسول نے حضرت علیؓ کو بلاکر فرمایا کہ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ، میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں، حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں ہمہ تن آمادہ ہوں، پھر حضرت علیؓ آپ کے بستر پر سوئے اور پھر چند دِنوں بعد قبا میں آپ سے آملے، قرآن کریم کی اس آیت کے اولین مصداق حضرت علیؓ ہی ہیں، جن میں فرمایا گیا ہے کہ ''کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتے ہیں، ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے''۔ (بقرہ:٢٠٧)

ہمارے موجودہ دَور کا بہت بڑا المیہ نوجوانانِ ملت کی بے راہ روی اور صحیح شعور سے محرومی ہے، وہ اپنی ذمہ داریوں سے بے خبر اور غافل ہیں، انہیں جو کردار ادا کرنا ہے، اور جو کام انجام دینا ہے اس سے ناواقف ہیں موجودہ حالت میں اُمت کو جو خطرات لاحق ہے اور اغیار کی طرف سے جو منظّم حملے ہورہے ہیں، ان کا اصلی مقابلہ نوجوان ہی کرسکتے ہیں، انہیں کو بیدار ہونا پڑیگا، ان ہی کی جرأت وعزیمت سے مشکل مرحلے سر ہوسکیں گے، اور الجھی گھتیاں سلجھ سکیں گی، اقبالؒ نے نوجوان کیلئے جو دُعا کی تھی، کاش بارگاہِ ایزدی سے اسے شرف قبولیت نصیب ہوجائے!

جوانوں کو آہِ سحر بخش دے مرا عشق، میری نظر بخش دے

جواهر القرآن

سورة الّيل قسط: 9 (آیت ١٢۔٢١)

بہر حال اگر وہ خرچ اللہ تعالیٰ کے قوانین اور ہدایات کے مطابق ہو اور خاص اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ہو تو اس سے نفس کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، آگے ارشاد ہے: ''مال کے وہ صرف اور خرچ جن کا مقصد اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کچھ اور ہو مثلاً لوگوں میں شہرت ونیک نامی حاصل کرنے کیلئے خرچ کیا۔'' واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دُنیا۔ تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں، اس میں وہ ہی بد بخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی، اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے، جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہوجاوے اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو، اور یہ شخص عنقریب خوش ہوجاوے گا۔

گذشتہ آیات میں آخرت کی کامیابی اور ناکامی کے لحاظ سے دو اشخاص یا دو گروہ کا ذکر ہوا تھا اور ہر ایک کی تین صفات بیان فرمائی گئی تھیں، اس طرح سعادت وشقاوت کے دو راستہ ظاہر فرمائے گئے تھے، اب آگے اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور نعمت ورحمت کا ذکر فرمارہے ہیں، اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے ''اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے بندوں کی رہنمائی کرنا اپنے ذمہ لیا ہے'' اور اسی غرض سے ان کو حواس خمسہ ظاہری وباطنی عطا کئے ہیں، عقل وادراک دیا ہے کہ ان سے نیک وبد میں امتیاز کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں جن میں اچھائی وبرائی ہدایت وضلالت، راستی وکجی، نیک وبد کو صاف صاف بیان فرمادیا۔ پھر رسولوں کے جانشین مثلاً علمائے ربّانی، ائمہ حقّانی، اولیاء کرام وبزرگانِ دین پیدا کئے، پھر حوادث دہر تغیرات عالم اور عبرت انگیز نشانات قائم کئے تاکہ انسان اپنی عقل وفہم سے کام لے کر اپنے اختیار اور ارادہ سے نیک راہ اختیار کریں اور بری راہ کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کرے بلکہ نیک وبد دونوں راستے انسانوں کو بتادیئے اور بھلائی وبُرائی کو خوب کھول کر بیان کردیا اور اس پر چلنا ان کے اختیار کو ارادہ اور فہم وادراک پر چھوڑ دیا، اب جو شخص جو راہ اختیار کرے گا دُنیا اور آخرت میں اس سے اسی کے موافق برتاؤ خداوندی ہوگا، اگر ایسا نہ ہوتا تو نیک وبد اور نافرمان ومطیع میں کچھ فرق نہ رہتا اور انسان شجر وحجر کی طرح مجبور سمجھا جاتا۔

اب جب کہ قدرت نے دونوں راستے انسانوں کے سامنے رکھ دیئے اور دونوں میں امتیاز کرنے کا مادّہ بھی انسان میں پیدا کردیا بلکہ اپنے انبیاء ورُسل اور کتب کے ذریعہ نیک وبد صاف صاف متعین کردیا تو اس کے بعد جو جیسی راہ اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو اللہ تعالیٰ دیں گے۔

اَدعِيةُ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

سفر کی دُعاء

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی، اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَہٗ، اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ (مُسلم حدیث:١٣٤٢)

'' اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، پاک ہے اللہ جس نے اس (سواری) کو ہمارا ماتحت بنادیا اور ہم اسکو اُس کی قدرت کے بغیر تابع نہیں بنا سکتے اور بیشک ہم کو اپنے ربّ کی طرف جانا ہے، اے اللہ! ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا سوال کرتے ہیں اور اُن اعمال کی درخواست کرتے ہیں جن سے آپ راضی ہوں، اے اللہ! ہمارے اِس سفر کو ہم پر آسان فرمادے، اور اس سفر کا راستہ جلدی طے کرادے، اے اللہ! تو سفر میں ہمارا رفیق ہے، اور ہمارے بعد گھر بار کا کام بنانے والا ہے، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت اور گھر بار میں بُری واپسی سے، بُری حالت دیکھنے سے۔

سفر سے واپسی پر بھی یہی الفاظ کہتے اور ان میں یہ اضافہ کرتے:

''اٰئِبُوْنَ، تَآئِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ'' (ہم) واپس لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنیوالے ہیں، عبادت کرنیوالے اور اپنے ربّ ہی کی تعریف کرنیوالے ہیں۔

www.khanqah.in

علم نحو سیکھئے۔34

سوال: فاعل کی تحذیف کتنے مواقع پر جائز ہے؟
جواب: فاعل کی تحذیف چند مواقع پر جائز ہے۔
(۱) وہ فاعل جس کا قائم مقام اس کے مابعد کو بنادیا گیا ہو۔
(۲) مصدر کا فاعل ہو جیسے ''اِطْعَامٌ فِی یَومٍ ذِی مَسْغَبَۃ۔ مَاقَامَ اِلَّا زَیْدٌ''۔
(۳) تعجب کا فاعل ہو۔ جیسے ''اِسْمع بِہِم واَبْصِر بِہِم''
(۴) فعل مجہول کا فاعل ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ
(۵) تنازع فعلان میں جیسے ''ضَرَبَنِی وَاکرَمَنِی زَیْدٌ''

(حاشیہ ہدایت النحو: ۲۱)

سوال: تنازع فعلان کسے کہتے ہیں؟
جواب: تنازع فعلان ایسے دو عامل کو کہتے ہیں جن کے بعد ایک اسم ظاہر ہو اور دونوں عامل اس میں عمل کی خواہش رکھتے ہوں جیسے ضَرَبَنِیُ وَاکُرمَنِی زَیْدٌ میں دونوں عامل (ضَرَبَنیُ۔ اَکُرَمَنِی) زید کو اپنا معمول (فاعل) بنانا چاہتے ہیں۔
(ہدایت النحو)

سوال: تنازع فعل کی کتنی شرطیں ہیں؟
جواب: تنازع فعل کی دو شرطیں۔
(۱) معمول دونوں عامل کے بعد میں ہو کیونکہ اگر معمول ابتداء کلام اور وسط میں ہوگا تو ایک کا دونوں عامل میں سے معمول (فاعل یا مفعول) متعین ہو جائے گا وار یہاں تنازع کی ایسی صورت فرض کی گئی ہے جس کا معمول پہلے سے متعین نہ ہو۔
(۲) دونوں کا معمول اسم ظاہر ہو کیوں کہ اسم ظاہر کے بجائے اسم ضمیر میں تنازع کریں تو اس کی دو صورت ہوگی یا تو ضمیر متصل ہوگی یا تو ضمیر منفصل ہوگی اگر ضمیر متصل ہوگی تو ایک کا معمول متعین ہو جائے گا تو پھر دوسرے کو عمل کرنے کی مجال نہیں ہوگی پس اس صورت میں تنازع متحقق نہیں ہوگا اور اگر ضمیر منفصل ہوگی تو پھر رفع تنازع ممکن نہیں ہے جیسے واضر بنی واکرمنی اِلّا انا کیوں کہ اگر ایک فعل کو ضمیر منفصل میں عمل دلاتے ہیں تو دوسرے کیلئے ضمیر یا تو اِلّا کے ساتھ مضمر مانیں گے یا بغیر اِلّا کے پس پہلی صورت میں حرف کا مضمر ہونا لازم آئے گا جو کہ صحیح نہیں اور دوسری صورت میں معنی میں فساد لازم آئے گا۔ (تکمیل النحو: ۵۹)
سوال: تنازع فعل کی کتنی صورتیں عقلاً فرض کی گئی ہیں؟
جواب: تنازع فعل کی چار صورتیں عقلاً فرض کی گئی ہیں:
۱) دونوں فعل فاعل کا تقاضہ کریں جیسے ضَربنی واکرمنی زید میں دونوں زیدٌ کو اپنا فاعل بنانا چاہتے ہیں۔
۲) دونوں فعل مفعول کا تقاضہ کریں جیسے ضَربت واکرمت زیداً میں دونوں زیداً کو اپنا مفعول بنانا چاہتے ہیں۔
۳) دونوں میں سے پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے اور دوسرا مفعول کا تقاضا کرے جیسے ضَربنی واکرمت زیداً میں ضَرَبَ چاہتا ہے کہ زیداً کو اپنا فاعل بنالوں اور اکرمت چاہتا ہے کہ اس کو اپنا مفعول بنالوں۔
۴) دونوں میں پہلا مفعول کا تقاضا کرے اور دوسرا فاعل کا تقاضا کرے جیسے ضَربتُ وکرمنی زید میں ضَرَبَ زید کو اپنا مفعول بنانا چاہتا ہے اور اکرم اس کو اپنا فاعل بنانا چاہتا ہے۔ (ہدایت النحو: ۲۱)

(باقی آئندہ شمارے میں)

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE,
PAINTS ETC
ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact No's: 9419040053

الحاد اور لادینیت کے سیلِ رواں

کو کیسے روکا جائے؟- 9

(۷)......مکتب کے استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ پوری ذمہ داری سے پڑھائے اور خاص طور پر عقائد کو خوب اچھی طرح ذہن نشیں کروائے؛ تاکہ بچپن سے ہی بچے کا ذہن اسلام کے ساتھ مضبوطی سے جڑا رہے۔

(۸)......مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے بچے جب شادی کی عمر کو پہنچیں؛ تو دیندار رشتہ کو ترجیح دیں، صرف مال و دولت اور حسن و جمال، اسی طرح صرف دنیوی تعلیمی ڈگریوں پر نظر نہ رکھیں؛ بلکہ ایسے نوجوان لڑکے لڑکیوں سے بیاہ نہ کریں؛ جو دین سے بالکل نابلد ہوں؛ بلکہ الحادی فکر کے حامل ہوں یا کسی شرعی اعتبار سے ناجائز پیشہ سے منسلک ہوں مثلاً انشورنس، بینک، جوا، شراب، وغیرہ کسی ادارہ میں کام کرتے ہوں؛ ورنہ آپ کی نسل ایمان سے محروم رہیگی؛ جو انسان کے لیے سب سے بڑا خسارہ ہے۔

ریاستی اور ملکی سطح پر الحاد کو روکنے کے لیے تجاویز:

(۱)......کسی بھی مذہب کے مذہبی پیشوا، اور خاص طور پر علماء کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعلیمی محکمہ کو متنبہ کریں، کہ وہ نصابی کتابوں سے ڈارون کی تھیوری کو نکال دیں؛ کیوں کہ مذہبی اعتبار سے تو وہ غلط ہے ہی، سائنس نے بھی اسے غلط قرار دیا ہے؛ پھر ہمارے بچوں کو کیوں پڑھائی جارہی ہے؟ اس لیے کہ اسی سے مادّی ذہن بنتا ہے اور بچہ جو عنقریب جوان ہوگا؛ وہ مذہب سے بیزار ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بے حیائی اور بداخلاقی کا شکار ہوتا ہے اور پھر کسی بھی طرح کی غیر انسانی حرکت کرنے سے کتراتا نہیں جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

(۲)......وزیر اعظم، وزیر تعلیم، ریاستی و ملکی سطح پر بھی اس بات کی حتی المقدور کوشش کی جائے کہ ''نصابی کتابوں'' سے غیر مذہبی، غیر محقق تاریخی نظریات و واقعات کو نکالا جائے ''دین سے وابستگی'' اخلاقیات پر مبنی مواد نصاب میں شامل کیا جائے؛ نصاب کی تیاری کے لیے مذہب سے وابستہ اسکالرز سے مدد حاصل کی جائے؛ خاص طور پر علماء سے۔

(۳)......اسکول، کالجز اور تعلیمی ادارہ کے ذمہ دار اپنے تدریسی اسٹاف کو ورک شاپ کے ذریعہ اس بات پر تنبیہ کریں؛ بلکہ اس کی زوردار تردید ان کے سامنے مؤثر انداز میں پیش کریں۔ اس سلسلہ میں مولانا علی میاں ندویؒ کی کتابوں سے مدد مل سکتی ہے، ہمارے احمد غریب یونانی کالج کے پروفیسر حکیم فخر الاسلام سے بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے، ماشاءاللہ اس موضوع پر ان کی اچھی پکڑ ہے۔

(۴)......اخبارات، رسائل، جرائد وغیرہ میں بھی تحقیقی انداز میں الحادی نظریات کی تردید ضروری ہے، خاص طور پر راسخ العقیدہ صائب الفکر اور سائنسی نظریات سے واقفیت رکھنے والے علماء اپنے قلم اٹھائیں۔

عالمی سطح پر الحاد کو روکنے کی کوشش کے لیے تجاویز

(۱)......جیسا کہ اوپر U.N.O کے بارے میں بتلایا جاچکا کہ وہ محض دنیا پر مغربی اجارہ داری کے لیے قائم کیا گیا ہے؛ لہٰذا یا تو اس سے ناطہ توڑ دیا جائے یا اسے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ''انسانی حقوق کی عالمگیر اعلامیہ'' (Universal Declarution of Human Rights) سے ایسی نظامِ دفعات کو ختم کرے؛ جو الحاد کے فروغ میں معاون ہو یا کم از کم اس میں ایسی تبدیلی کرے جو مذہبی عقائد کا لحاظ رکھے؛ مثلاً آزادی کے حدود و قیود متعین کی جائے اور وہ بھی مذہبی اور خاص طور پر علماء کو شامل کر کے۔

(۲)......اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کا چارٹر اور جینوا کنونشن کے فیصلے اور قرار دادیں، دراصل مغربی فلسفۂ حیات اور ویسٹرن سولائزیشن کا ترجمان ہیں، جس کے پیچھے یہ سوچ کارفرما ہے کہ مذہب کا تعلق صرف عقائد، عبادات اور اخلاقیات سے ہے۔ اور اس میں بھی ہر انسان آزاد ہو؛ اس لیے کہ مذہب اس کا ذاتی مسئلہ ہے، جس سے ریاست کو کوئی اتھارٹی نہیں؛ البتہ انسانی زندگی کے اجتماعی معاملات۔ مثلاً: سیاست، قانون، تجارت، زراعت اور معیشت کے ساتھ مذہب کا قانونی واسطہ نہیں؛ لہٰذا اجتماعی معاملات مذہب کی قید و بند سے آزاد رہیں گے۔

مسلمانوں کو خاص طور پر اور عام طور پر تمام مذاہب کے پیروکاروں کو U.N.O کے اس طریقۂ فکر سے اختلاف کرنا چاہئے؛ اور اس کے لیے عالمی سطح پر حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے، کہ زندگی کا یہ اجتماعی وانفرادی معاملہ مذہب کے تابع ہو کوئی اور مذہب کے متبعین کریں یا نہ کریں، مسلمانوں کو تو ضرور U.N.O کو اس پر یا تو مجبور کرنا چاہیے یا U.N.O سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے۔

(۳)......تعلیم کے باب میں U.N.O کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہیے کہ وہ ایسا قانون بنائے، جس میں تعلیمی نصاب سے الحادی افکار و نظریات کو نکال دیا جائے۔ اور اخلاقِ حسنہ کو شامل کیا جائے، اسی طرح اخلاق سوز کلچر پروگرام کو بھی اور اسپورٹس کو بھی تعلیمی سرگرمیوں سے دور کر دیا جائے۔

یہ تھیں الحاد کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کی چند تجاویز۔ امید ہیکہ مذہب کے متبعین اور خاص طور پر مسلمان اسی جانب پیش رفت کریں گے۔

اللہ ہماری ہر طرح کی گمراہی سے حفاظت فرمائے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے اور ہمیں خیر کے لیے جدوجہد و محنت کی توفیق عطا فرمائے اور قدم قدم پر ہماری مدد فرمائے۔ آمین

نوٹ: مغرب کے سروے کے طریقہ کار سے اگرچہ ہمیں اتفاق نہیں مگر اس بات سے بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ الحادی نظریات کے حاملین کی معاشرے میں کمی نہیں اس بات کے امکانات ہے کہ وہ بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے ہو اور مسلمان کا تناسب گھٹا کر بیان کر رہے ہو اور اگر ہم ان کے ۱۶ فیصد کو ۱۰ فیصد تسلیم کر لیں تب بھی ۸۰ کڑور ہوتے ہیں تو کیا یہ بھی کم ہے؟؟؟

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

حیض کے مسائل واحکام-1

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ۔ مدظلہ العالی

سوال: حیض کے بارے میں وضاحت فرمایئے کہ حیض والی عورت کی کم سے کم اورزیادہ سے زیادہ عمر،حیض کی کم سے کم اورزیادہ سے زیادہ مدت نیز حالتِ حیض کے احکام اورمسائل کیا ہیں؟

جواب: وبالله التوفيق: ''حیض'' کے لغوی معنی سیلان اور بہاؤ کے ہیں، کہا جاتا ہے: ''حاض الوادی'' (وادی بہہ پڑی)فقہ کی اصطلاح میں بالغ عورت کے رحم سے آنے والا خون ہے، جومخصوص ایام میں آئے اور ولادت اس کا سبب نہ ہو،ولادت کے بعد آنے والا خون ''نفاس'' اورغیر طبعی طور پر خارج ہونے والا خون ''استحاضہ'' کہلاتا ہے، یہ غیر طبعی خون اگر ایام حیض سے متصل نہ آئے تو شوافع اس کو ''دمِ فاسد'' کہتے ہیں، عربی میں ''حیض'' کیلئے علاوہ حیض کے اور پانچ الفاظ بولے جاتے ہیں: طمث، عراک، ضحک، اِکبار اور اِعصار (شرح مہذب:۲/۲۶۱) اکثر فقہاء کے نزدیک ''حیض'' کی کم سے کم عمر (۹) نو سال ہے، جیسا کہ احناف کی رائے ہے، (عالمگیری:۱/۳۶) شوافع سے مختلف رائیں ہیں: پورے نو سال، ساڑھے نو سال اور دس سال۔لیکن جس رائے کو زیادہ صحیح قرار دیا گیا ہے، وہ پہلا قول، یعنی نو سال ہے،حیض آنے کی زیادہ سے زیادہ عمر (جس کو سِنِ اَیاس کہا جاتا ہے) فقہاءِ احناف کے یہاں قولِ مختار کے مطابق ۵۵ سال ہے، لیکن دراصل اس کا تعلق، جغرافیائی موسم، اغذیہ اور سماجی حالات سے ہے، اسلئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اس عمر کے بعد بھی اگر ''دمِ قوی'' آئے تو وہ حیض ہی ہے:

''والمختار مارأته ان كان دما قويا كان حيضا'' (عالمگیری:۱/۳۶)

حیض کی کم سے کم مدت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین دِن اور رات ہے، (ایضاً) قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک دو دِن ورات اور تیسرے دِن کا غالب حصہ اور امام احمدؒ کے خیال میں ایک شبانہ روز ہے، امام شافعیؒ سے دو اقوال ہیں، صرف ایک دِن اور مکمل ایک دِن ورات، جب کہ امام مالکؒ کے ہاں ایک لمحہ بھی حیض ہوسکتا ہے، حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت حنفیہ کے نزدیک دس دن اور مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے ہاں پندرہ دِن ہے، (حلیۃ المہذب:۲/۳۵۷،الافصاح:۱/۹۶) فقہاء کی ان آراء کی بنیاد کسی واضح اور صریح نص پر نہیں ہے، بعضوں نے صحابہؓ کے آثار پیش کیے ہیں اور بعضو نے ایک آدھ نص، جومحض دوراز کار یا رکیک تاویل واجتہاد پر مبنی ہے، حقیقت یہ ہے کہ فقہاء نے محض اپنے دیار اور علاقہ کے تجربات پر اس کی بنیاد رکھی ہے،اور یہ کوئی تعبدی مسئلہ نہیں ہے بلکہ امور طبیعت سے تعلق رکھتا ہے۔

مدت حیض کے بعض مسائل استحاضہ سے بھی متعلق ہیں، مثلاً مبتداہ، معتادہ اور متحیرہ کے احکام، خون کے مختلف رنگ کا معتبر ہونا اور نہ ہونا اور اگر معتبر ہو تو ''متمیز ہ'' کے احکام، یہاں صرف اتنی وضاحت پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ چھ رنگوں میں سے کسی بھی رنگ کا خون ایامِ حیض میں آئے وہ حیض ہی شمار ہوگا، سیاہ، سرخ، زرد، گدلا، سبز اور مٹیالا۔ (عالمگیری:۱/۳۶) مدت حیض میں ہر وقت اور ہر دِن خون کا آنا ضروری نہیں، مدت کے اندر بعض میں خون نہ آئے اور ابتداء اور انتہاء میں خون آجائے تو ان درمیانی ایام کے احکام بھی حیض ہی کے ہوں گے۔ (عالمگیری:۱/۳۶) حالت عمل میں خارج ہونے والا خون احناف اور حنابلہ کے نزدیک حیض نہیں، مالکیہ اس خون کو بھی حیض شمار کرتے ہیں، امام شافعیؒ سے دونوں طرح کی آراء منقول ہیں۔

''حیض'' سے متعلق بعض احکام وہ ہیں جو حیض ونفاس کے درمیان مشترک ہیں لیکن پانچ احکام ہیں جو خاص حیض سے متعلق ہیں، حیض اگر تیسرا ہو تو مکمل ہوتے ہی عدت گذر جائے گی، باندی ہو تو رحم کا استبراء ہوجائے گا، حیض کے آتے ہی لڑکی بالغ ہوجائے گی، طلاقِ سنت کیلئے ضروری ہے کہ دو طلاقوں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہو، اس طرح یہ حیض طلاقِ سنت وبدعت کے درمیان فصل کا کام کرتا ہے، بعض کفارات میں مسلسل روزے رکھنا ضروری ہے، حیض کے ایام میں چونکہ روزہ نہیں رکھا جاسکتا، اسلئے ظاہر ہے کہ ان مسلسل روزوں کے درمیان حیض آجائے تو روزوں کا تسلسل باقی نہیں رہے گا، لیکن چونکہ ایک شرعی مجبوری کے تحت ہے، اسلئے باوجود اس انقطاع کے یہ روزے مسلسل سمجھے جائیں گے، کچھ احکام ہیں جو حائضہ اور نفاس والی عورتوں کے درمیان مشترک ہیں، نیچے اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) حالت حیض میں نہ نماز پڑھیں گی اور نہ روزہ رکھیں گی، ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں جب خواتین حالت حیض میں ہوتی تھیں تو نماز نہ پڑھتی تھیں اور نہ ان نمازوں کی قضا ہی کرتی تھیں۔ (ابوداؤد:۱/۳۵) چنانچہ اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ (الافصاح:۱/۹۵) نماز کے معاف ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ پورے وقت نماز میں خون آیا ہو، اگر نماز ادا نہیں کی تھی کہ نماز کے آخری وقت میں خون آنے لگا اَب بھی اس وقت کی نماز معاف ہوجائے گی۔ (عالمگیری:۱/۳۸) بعض فقہاءِ اَحناف نے یہ بھی لکھا ہے کہ حائضہ کو نماز کے وقت وضو کر کے اپنے گھر کی نماز گاہ میں بیٹھ جانا چاہیے اور جتنی دیر میں نماز ادا کرتی ہو اتنی دیر ''سبحان الله'' اور ''لا الٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہتی رہے۔ (البحر الرائق:۱/۱۹۳) لیکن حدیث میں کہیں اس کی کوئی اصل نہیں ملتی اسلئے غالباً امام نوویؒ کی روایت زیادہ صحیح ہے کہ جمہور علماء سلف وخلف بہ شمول امام ابوحنیفہؒ اس کے قائل نہیں ہیں، البتہ امام نوویؒ نے حسن بصری کی طرف اس کی نسبت کی ہے۔

حیض کی حالت میں روزہ بھی رکھ نہیں سکتی، بلکہ روزہ رکھنا حرام ہے۔ہاں ایام حیض میں فوت شدہ نمازیں تو بالکل معاف ہوجائیں گی لیکن روزوں کی قضاء واجب ہوگی، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہمیں ان ایام کی نمازوں کی قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا روزوں کی قضاء کرنے کا حکم تھا، امام نوویؒ ناقل ہیں کہ اسی پر امت کا اجماع ہے، وجہ اس فرق کی ظاہر ہے نمازوں کی قضا واجب قرار دی جاتی تو خاصی وقت پیدا ہوجاتی، روزے سال میں ایک بار فرض ہیں، ان کی قضاء واجب قرار دینے میں اس درجہ دشواری نہیں تھی۔

۲) اس بات پر بھی اجماع ہے کہ حالت حیض میں مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مسجد سے حالت حیض میں ٹھہرے بغیر گذرنا جائز ہے یا نہیں؟ احناف کے یہاں جائز نہیں ہے، امام شافعیؒ سے مختلف رائیں منقول ہیں، عدم جواز کی بھی اور جواز کی بھی، شوافع کے ہاں فتویٰ اس پر ہے کہ حائضہ اگر مقام خون کو اس طرح باندھے رکھے کہ مسجد کی تلویث کا اندیشہ نہ ہو تو مسجد سے گذرنا عبور کرنا درست ہے۔ ہاں بعض صورتوں میں احناف نے بھی مسجد میں داخلہ بلکہ حسب ضرورت قیام کی بھی اجازت دی ہے، مسجد میں پانی ہو، مسجد سے باہر نہ ہو، چور، درندہ یا دُشمن کا اندیشہ ہو، تاہم ایسے مواقع پر بھی بہتر ہے کہ تیمّم کر کے مسجد میں داخل ہو، ہاں عیدگاہ اور قبرستان جانے میں بہ ضرورت اس حالت میں مضائقہ نہیں۔ (عالمگیری:۱/۳۸)

۳) حالت حیض میں بیت اللہ شریف کا طواف بھی جائز نہیں، حضرت عائشہؓ کو حج کے دوران یہ نوبت پیش آئی تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہی ہدایت فرمائی کہ ''افعلی کما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی'' اس ممانعت میں فرض ونفل دونوں طرح کے طواف داخل ہیں، بیت اللہ شریف کی مسجد کے اندر سے طواف کرنا تو حرام ہے ہی، مسجد کے باہر سے بھی طواف جائز نہیں، کہ یہ عبادت کے احترام کے خلاف ہے۔

۴) اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ حیض کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت حرام ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: 'حائضہ اور جنبی قرآن نہ پڑھے'' (ترمذی) یہی رائے امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ اور احمدؒ سے نقل کی ہے اور یہی حنفیہ کی رائے ہے، البتہ احناف کے ہاں تھوڑی سی تفصیل یہ ہے کہ معلمات کیلئے حالت حیض میں بھی قرآن مجید کا ہجے کرنا اور الفاظ کو کاٹ کاٹ کر ادا کرنا دُرست ہے۔ (عالمگیری:۱/۳۸) احناف کے ہاں گو اس میں اختلاف ہے کہ ایک آیت سے کم مقدار کی تلاوت درست ہے یا نہیں؟ لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ بھی درست نہیں، سوائے اسکے کہ تلاوت مقصود نہ ہو، جیسے شکر ادا کرنے کی نیت سے ''الحمدللہ'' یا کھانا شروع کرنے کی غرض سے ''بسم اللہ'' کہنا۔ تاہم اس پر اتفاق ہے کہ چھوئے بغیر مصحفِ قرآن کو دیکھنا، تلفظ کے بغیر دِل ہی دِل میں قرآن مجید پڑھنا، تسبیح وتہلیل اور دوسرے اذکار جائز ہیں، دُعائے قنوت پڑھنا اور اذان کا جواب دینا بھی جائز ہے۔

۵) قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ قرآن مجید کا چھونا بھی جائز نہیں، شوافع کے ہاں غالباً اس مسئلہ میں کوئی تفصیل نہیں، امام ابوحنیفہؒ نے غلاف کے ساتھ اجازت دی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا پاک شخص ہی قرآن چھوئے: ''لا یمس القرآن اِلا طاہر'' اور یہی تعظیم قرآن کا تقاضا ہے۔

حنفیہ کے یہاں یہ تفصیل ہے کہ غلاف اگر قرآن مجید کے ساتھ پیوستہ ہو تو قرآن کے حکم میں ہے، اگر غلاف ایسا ہو کہ اس کو الگ کیا جاسکتا ہو تو ایسے غلاف کے ساتھ قرآن مجید کو پکڑنا جائز نہیں ہے، قرآن مجید کی کتابت شدہ سطروں کے درمیان کی خالی جگہ اور حاشیہ کو چھونا جائز نہیں، جو کپڑا پہنے ہوا ہو اس سے لپیٹ کر قرآن کو تھامنا جائز نہیں ایسی تختی یا سِلّے جن پر قرآن کی ایک مکمل آیت درج ہو کو بھی چھونا جائز نہیں، حائضہ ایسی تحریر نہیں لکھ سکتی جن میں قرآن مجید کی آیت ہو، گو وہ اس آیت کو زبان سے ادا نہ کرے، تفسیر وحدیث کی کتابیں بھی چھونا کراہت سے خالی نہیں، بعض اہل علم نے کتب فقہ کو بھی چھونے سے منع کیا ہے۔

۶) حالت حیض میں ''جماع'' کی شدت سے ممانعت وارد ہے، آپ (ﷺ) نے فرمایا: جس نے حائضہ عورت سے وطی کی، یا عورت سے لواطت کی، یا کاہن سے عیب کی باتیں دریافت کیں، اس نے محمد پر نازل ہونے والے احکام کے ساتھ کفر وانکار کا معاملہ کیا۔ چنانچہ اس کی حرمت پر فقہاء کا اجماع ہے، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اگر ابتداءِ حیض میں کہ خون سرخ ہو ہم بستری کرے تو ایک دینار صدقہ کرے۔ انتہاءِ حیض میں کہ خون زرد ہو ہم بستری ہو تو نصف دینار صدقہ کردے، امام احمدؒ نے حدیث کے ظاہر مفہوم پر عمل کیا ہے اور اس تفصیل کے مطابق صدقہ کرنا واجب قرار دیا ہے، اکثر فقہاء کے ہاں ایسے شخص کیلئے صرف توبہ واستغفار ہے، یہی رائے مالکیہ اور دوسرے فقہاء کی ہے، شوافع نے کفارہ واجب تو نہ کہا، لیکن بعض فقہاء استحباب کے قائل ہیں، احناف کے ہاں واجب تو نہیں لیکن ابن نجیمؒ، حصکفیؒ اور عالمگیریؒ نے مستحب ہونا نقل کیا ہے، یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ چھوڑ کر بقیہ جسم سے لذت اندوز ہونا درست ہے، امام احمدؒ اور حنفیہ میں امام محمدؒ جماع کو چھوڑ کر ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ سے بھی استلذاذ کو جائز کہتے ہیں، اسلئے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''اصنعوا کل شئی الّا النکاح'' (مسلم:۱/۱۴۳) امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعی اور اکثر اہل علم نے اس پورے حصہ سے منع کیا ہے، کہ اکثر روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے، اور یہی قرین احتیاط ہے، اس سے زیادہ کی اجازت دینے میں قوی اندیشہ ہے کہ آدمی دائرہ ممانعت میں داخل ہوجائے، بعض شوافع سے یہ بھی منقول ہے کہ ایسے لوگ جن کو اپنے نفس پر قابو ہو وہ تو جماع کو چھوڑ کر پورے جسم سے لذت اندوز ہوسکتے ہیں اور جن کو اس وجہ سے قابو نہ ہو ان کیلئے وہی احتیاط والا حکم ہے، امام نوویؒ نے اس مسئلہ میں امام احمدؒ کی رائے کو زیادہ قوی قرار دیا ہے۔ (شرح مسلم) (جاری)

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

زوالِ قوم کے اَسباب

عبدالحمید نعمانی

کسی سماج کی حالت کا جائزہ لینے کیلئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ قوموں کا عروج وزوال ایک فطری عمل ہے، ہر عروج کے بعد زوال اور ہر زوال کے بعد عروج آتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ زوال کچھ اسباب ومحرکات کے بغیر آتا ہو، اسکا سب سے نمایاں سبب تو اپنی تنقید اور احتساب سے گریز کرنا ہے جو فرد یا سماج اپنی برائیوں سے آنکھ بند رکھے اس کی اصلاح کرنا محال ہے، جب خود احتسابی نہ ہو تو عقلیت پسندی یعنی ریشنلزم کا پنپنا بھی مشکل ہے، ایک مسئلے کے ہمیشہ ایک سے زیادہ پہلو ہوتے ہیں، اور منصفانہ اندازِ فکر کیلئے ہر پہلو پر نظر رکھنا ضروری ہے ہم پہلے سوچتے ہیں، پھر عمل کرتے ہیں، تو عمل کی اصلاح کیلئے پہلے سوچ کی اصلاح کرنا لازمی ہے، اگر عقل کو پیچھے دھکیل دیا جائے تو جذبات کی حکمرانی ہو جاتی ہے اور جذبات کا مرکز دماغ ہے، وہ صحیح خطوط پر سوچنا چھوڑ دیتا ہے، اس سے بڑی نادانی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ ہم یہ توقع کرنے لگیں کہ دُنیا کا کاروبار ہمارے جذبات سے موافق ہو کر چلتا رہے، عقل زندگی میں توازن پیدا کرتی ہے اور حد سے بڑھتے ہوئے جذبات زندگی کا توازن بگاڑ دیتے ہیں، جذبات ہی سے نسلی، مذہبی، لسانی یا علاقائی تعصب پیدا ہوتا ہے، تعصب ہمیں اندھا بنا دیتا ہے اور ناانصافی وبددیانتی سے دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہیں، جس سے معاشرے کے افراد میں بے چینی پیدا ہوتی ہے اور وہ بے چینی انہیں کسی چیلنج کا مقابلہ کرنے کیلئے فطری طور پر ابھارتی ہے، انسان کو سماجی جانور کہا گیا ہے وہ تنہائی کو سزا سمجھتا ہے اور مل جل کر رہنا چاہتا ہے، سماج کا ڈھانچہ ایسا ہے کہ آدمی کی دوا آدمی کو بنایا گیا ہے، سب کے کام ایک دوسرے سے اٹکے ہوئے ہیں، اگر سماج کا کوئی طبقہ یہ احساس کرنے لگے کہ وہ ان حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے جو دوسروں کو حاصل ہیں تو اس میں جبر اور دھاندلی کا مقابلہ کرنے کی قوت اُبھرنے لگتی ہے اور اس سے معاشرے کا سکون برباد ہوتا ہے جو طبقہ اقتدار میں ہو پیداوار کے وسائل بھی اسکی مٹھی میں ہوتے ہیں اور اس میں ہوس پیدا ہو جاتی ہے، وہ اقتصادی وسائل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ خود اُٹھانا چاہتا ہے اور دوسروں تک صرف اتنا ہی حصہ پہنچاتا ہے جتنا اس حاکم طبقے کے مفادات کو باقی رکھنے کیلئے ضروری ہو اس طرح معیشت کی غلط اور غیر منصفانہ تقسیم ہوتی اور کمزور طبقوں میں پھیلتی ہے۔

خیالی دُنیا میں بسنے، توہم پرست ہونے اور کمزور عقیدہ رکھنے کا لازمی نتیجہ کاہلی اور بے عملی ہوتا ہے اسے اپنی صلاحیت پر اپنی عقل پر اپنے عزم اور ارادے پر اعتماد نہیں رہتا، حضرت علیؓ کا قول ہے کہ ''میں نے خدا کو اپنے ارادے کی شکست سے پہچانا'' یعنی انسان کا ارادہ ایسی مضبوط طاقت ہے کہ کوئی فوق الفطرت ہستی (Supreme Being) ہی اسے توڑ سکتی ہے، تاریخ یہ بتاتی ے کہ جب مذہب کی غلط ترجمانی کو فروغ ہوتا ہے تو وہ علوم میں بھی مداخلت شروع کر دیتا ہے جیسا کہ ہم یورپ کے تاریک زمانے میں دیکھتے ہیں کہ سائنسی انکشافات کرنیوالوں کا کلیسا سزائیں دے رہا ہے کسی معاشرے میں علمی تحقیق اور آزادانہ انار کا عرصے تک دبے رہنا بھی اسبابِ زوال میں شامل ہوتا ہے، ایک ترقی پذیر اور ترقی پسند سماج علم سے ڈرتا نہیں اور نئے افکار کو دباتا نہیں خواہ اس کی زد روایتی فکر پر کتنی ہی گہری کیوں نہ پڑتی ہو، مذہب کو روحانی قوت کا سرچشمہ ہونا چاہیے، نہ یہ کہ وہ سماج میں انتشار، بدنظمی، نفرت وعداوت اور شورش وفساد کا محرک بن کر رہ جائے، مذہب کا ایسا بھیانک استعمال تو مذہب کی بنیادی تعلیمات، اس کے قابل احترام بانیوں اور مقدس صحیفوں کی توہین کرتا ہے، کس مذہب کی کتاب میں لکھا ہے کہ چوری کرنا اچھا ہے، یا جھوٹ بولنے میں ثواب ہے یا بے گناہوں کو قتل کرنا جائز ہے یا بھوکے کو کھانا کھلانے سے پاپ ہوتا ہے؟

زوال کے اسباب میں سے ایک سبب ثقافتی احیاء کا جارحانہ نظریہ بھی ہے، تہذیبی جارحیت کبھی ایک صحت مند سماج کو جنم نہیں دے سکتی، ایک مہذب اور متمدن معاشرہ وہ ہوتا ہے جہاں بھانت بھانت کی تہذیبی روایات کا آزادانہ اور فطری نشو ونما آدان پردان کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی مختلف ثقافتیں ایک دوسرے سے تال میل رکھتی ہیں، مفاد پرست طبقہ عوام کو کلچر کی محبت میں مبتلا کر کے بھی مجنون بنا دیتا ہے، کلچر کسی کانفرنس کے رزولیشن سے یا کسی اکیڈمی کی میٹنگز سے وجود میں نہیں آتا ہے، یہ تو ہوا کی طرح آزاد ہے، آبشاروں کی طرح اپنی روانی سے بہہ رہا ہے اور اس کا ترک واختیار کا عمل فطری قوانین کے مطابق چل رہا ہے، مصنوعی کلچر بنانے کی کوشش ہمیشہ ناکام ہوئی ہے، تہذیب صدیوں کے سماجی ریاض سے وجود میں آتی ہے اور کسی زوال آمادہ معاشرے کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں پہلے اس کے جسم کو کھوکھلا کر دیتی ہیں اور پھر وہ لمحہ آجاتا ہے کہ اس کی روح بھی شکست کھا جاتی ہے اور وہ صرف تاریخ کا ایک حصہ بن جاتا ہے جس سے آنے والی نسلیں عبرت حاصل کریں، سلطنت روم (Great Roman Empire) کو اس کی مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے، اب تک دُنیا میں ۲۸ بڑی تہذیبیں جنم لے چکی ہیں جن کا اپنے زمانے میں ڈنکا بجتا تھا مگر مورخ فلسفی ٹوائن بی کے مطابق ان میں سے ۱۸ تہذیبیں مکمل طور پر فنا ہو چکی ہیں نو تہذیبیں زوال کے مرحلوں سے گذر رہی ہیں صرف ایک صنعتی تہذیب ایسی ہے جس کا اس وقت سکہ چل رہا ہے مگر یہ بھی مہلک ہتھیار بنا کر اپنی موت کا سامان خود ہی جمع کر رہی ہے اور مرحلہ یہ آچکا ہے کہ اگر چوتھی عالمی جنگ کیلئے انسان زندہ رہ گیا تو بقول آئین اسٹائن وہ اینٹوں اور پتھروں سے لڑے گا، اس وقت جو تناؤ اور اقتصادی استحصال ہم دیکھ رہے ہیں، یہ بھی جنگل کے قانون ہی کی ایک شکل ہے جہاں کمزور طاقتور درندوں کی خوراک بنتے رہتے ہیں، انسان اگر اس قانون سے ہنوز پیچھا نہیں چھڑا سکا ہے تو اسے تہذیب کی ترقی کا دعویٰ کس برتے پر ہے؟ ایک متمدن سماج میں قدر ومنزلت اور عزت واکرام کے معیار کیا ہیں، یہ بھی دیکھا جائے، اگر انسان صرف ایک کمانے والا جانور ہے تو اس میں اور بوجھ ڈھونے والے جانور میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ ہم نے ابھی نہ علم وہنر کی قدر کرنا سیکھا ہے نہ اعلیٰ اقدار کا تصور ہمارے ذہن میں ہے، نہ خیر وشر، نیکی وبدی، صلاح وفساد کی صحیح تعریف ہمیں معلوم ہے تو ایسے ناقص نظام تعلیم سے حاصل ہونے والے معلومات کا علم کیسے کہا جا سکتا ہے، آگ کا کام جلانا ہے جو شئی جلا نہیں رہی ہے اسے کوئی بھی آگ ماننے کو تیار نہیں ہوگا، اسی طرح علم کا مقصد حقیقت اشیاء سے باخبر ہونا ہے اگر ہم حقیقت سے بے خبر ہیں تو ہمیں عالم کہنا علم کی توہین کرنا ہے، یہ ناقص اور مصنوعی تعلیم فکر میں انتشار پیدا کرتی ہے، ہمیں حقیقتوں کی غلط ترجمانی اور تجزیہ کرنے کی مشق کراتی ہے، آفاقی اقدار کی بے حرمتی پر آمادہ کرتی ہے، تاریخ اور معاشرے کا صحیح اور صحت مند شعور پیدا نہیں ہونے دیتی، اسلئے کہ ہم نے تعلیم کا رشتہ تربیت سے کاٹ دیا ہے اور اخلاقیات کو اپنے نصاب تعلیم کا جزو نہیں بنایا، اگر اخلاقیات ہمارے نصاب میں شامل ہوتی تو کچھ انسانی عظمت کا تصور پیدا ہوتا، آج کے معاشرے میں سب سے زیادہ خوار، سب سے زیادہ کم وقعت اور بے حیثیت خود انسان ہے، خصوصاً اس سماج میں جو ابھی صنعتی تہذیب کی دوڑ میں دوسروں سے پیچھے بھاگ رہا ہے۔

سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ایسی سوسائٹی میں جو ہوا وہ ہوس کے جال میں گرفتار اور استحصال کا شکار ہو، اسباب زوال سے محبت پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً کسی طبقے نے اگر اسلئے فکری اعتبار سے ترقی نہیں کی کہ وہ مردہ پرستی کا شکار ہو گیا تھا اور زندوں سے زیادہ مردوں کی محبت کا اسیر ہو گیا تھا تو آپ اس کا اظہار کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے، وہ کہے گا کہ اچھا یہ ہمارے پرکھوں کی، ہمارے بزرگوں کی توہین کر رہا ہے، اسباب زوال سے محبت اسلئے پیدا ہوتی ہے کہ خود احتسابی کی عادت نہیں رہتی۔

کاشِر غزل

وولہٕ بوز أسی کێتھ دیندار
پیرِ وارِ ہندی بسکین دار
یێتہِ چندکی بندہٕ چھِ میر واعظی
امِی جندکی پیٛوند مفتی تہٕ قاضی
یێتہِ کورِ تاران ماجہِ بآزی
یێتہِ زِٹھی مشیدن بے نمآزی
وولہٕ بوز أسی کێتھ دیندار
پیرِ وارِ ہندی بسکین دار
یێتہِ بأطلس بالا مقام
یێتہِ قأتِلس قتلَس انعام
یێتہِ مأکِرس سخ احترام
یێتہِ فأطرَس گاٹلی غولام
وولہٕ بوز أسی کێتھ دیندار
اَفسر تہٕ رُشوت نَم تہٕ ماز
ظألمَس تہ مظلومَس چھُ راز
یمی اَتھ خلاف پۆر خطبہٕ واعظ
کھێوٚ تمی تہِ امہِ پأنسگ نیاز
وولہٕ بوز أسی کێتھ دیندار
پیرِ وارِ ہندی بسکین دار

(سجاد حسین سجاد۔ تکیہ بہرام شاہ)

بقیہ : صفحہ اول سے آگے..........

کو طبع کر کے اُردو کی خدمت انجام دیتے ہیں، وطن عزیز کی آزادی اور اس کی تعمیر وترقی میں مدارس کا کردار ناقابل فراموش واقعہ ہے۔ اور ملک کا اہم سے اہم عہدہ بھی حاصل کرنے کے مجاز ہوں، ملک کے اصل قومی دھارے سے مربوط ہوئے بغیر ترقی کا خواب محض سراب ہے، دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارے مدارس میں عصری علوم مثلاً سائنس، جغرافیہ، کمپوٹر اور انگریزی وغیرہ کی تدریس کا معقول انتظام نہیں ہے جو کہ ایک افسوسناک بات ہے، اس وقت ہماری ملت کو ایسے علماء کی ضرورت ہے جو دینی سوجھ بوجھ رکھنے کے ساتھ سیاسی، معاشی اور سائنسی بصیرت بھی رکھتے ہوں، ہماری اُمت کے ساتھ ایک بہت بڑا المیہ یہ بھی رہا ہے کہ جنھیں دینی شعور ہے وہ دُنیا سے بے بہرے اور جو دُنیاوی علوم میں ماہر ہیں وہ دین سے بالکل کورے ہیں، قابل مبارک باد ہیں وہ خوش قسمت افراد جو کہ عوام کے یہاں ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگ کر اُمت کی نئی نسل کیلئے اور اُن کی تعمیر وترقی کیلئے انتھک کوشش ومحنت کرتے ہیں، تا کہ یہ بچے جو کہ قوم کا سرمایہ ہیں کہیں یوں ہی ضائع نہ ہو جائیں۔☆

www.khanqah.in

www.khanqah.in

بقیہ : صفحہ آخر سے آگے............

لیکن قرآن مجید میں چوں کہ اس کا مطالبہ وفائے عہد اور وفائے عقد کے مستقل عنوان سے کیا گیا ہے، اس لیے ہم نے یہی مناسبت سمجھا کہ اس سلسلہ کے قرآن مجید کے ارشاد کو مستقل عنوان کے ذیل میں ذکر کریں۔﴿یایھا الذی امنوا اوفوا بالعقود﴾ اے ایمان والو! تمہارے جو عہد، معاہدے اور جو معاملے ہوں ان کو پورا کرو۔ اور سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ہے: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ (بنی اسرائیل: ع۳) عہد کو پورا کرو، یقیناً عہد کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہوگی۔

وفائے عہد کی اس صریح دعوت و تعلیم اور اس طرح کے سیدھے اور براہ راست مطالبے کے علاوہ اس کی ترغیب قرآن مجید میں اس طرح بھی دی گئی ہے کہ عہد کے پورا کرنے والوں کو جا بجا جنت کی اور اخروی فوز وفلاح کی اور اللہ کی رضا کی بشارت سنائی گئی ہے۔ (جاری)

بقیہ : صفحہ 2 سے آگے............

تیسرے ان قواعد کو توڑنے سے عموماً کسی انسان کو تکلیف ضرور پہنچتی ہے، بعض اوقات تو اسی بنا پر کوئی حادثہ ہوتا ہے اور کسی بے گناہ کی جان چلی جاتی ہے، یا اسے کوئی اور جسمانی نقصان پہنچ جاتا ہے یا کم از کم اتنا تو ہوتا ہی ہے کہ اس سے دوسروں کو ذہنی تکلیف پہنچتی ہے اور یہ بات میں اس میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ کسی بھی شخص کو بلاوجہ تکلیف پہنچانا اتنا سنگین گناہ ہے کہ اسکی معافی صرف توبہ سے نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کرے۔

اسلامی فقہ کی ہر کتاب میں یہ اصول لکھا ہوا ہے کہ عام راستوں پر چلنا اور کوئی سواری چلانا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ چلنے والا دوسروں کی ''سلامتی'' کی ضمانت دے، یعنی ایسے ہر کام سے اجتناب کرے جو کسی دوسرے شخص کیلئے تکلیف یا خطرے کا باعث بن سکتا ہو، اس احتیاط کے بغیر اس سڑک کا استعمال ہی جائز نہیں ہے، جو تمام باشندوں کی مشترکہ ملکیت ہے اور اگر اس بے احتیاطی کے نتیجے میں کسی شخص کو کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچ جائے تو اس کا سارا تاوان شرعی اعتبار سے اس شخص کے ذمے عائد ہوتا ہے جس نے بے احتیاطی کے ساتھ سڑک کو استعمال کیا۔

اب غور فرمائیے کہ اگر ایک شخص سگنل توڑ کر گاڑی آگے لے گیا، یا اس نے کسی ایسی جگہ سامنے والی گاڑی کو اُوَرٹیک کیا جہاں ایسا کرنا ممنوع تھا، تو بظاہر تو یہ معمولی سی بے قاعدگی ہے، لیکن درحقیقت اس معمولی سی حرکت میں چار بڑے گناہ جمع ہیں، ایک قانون شکنی، اور حاکم کے جائز حکم کی نافرمانی کا، دوسرے وعدہ خلافی کا، تیسرے کسی کو تکلیف پہنچانے کا، چوتھے سڑک کے ناجائز استعمال کا یہ گناہ ہم دِن رات کسی تکلیف کے بغیر اپنے دامنوں میں سمیٹ رہے ہیں اور خیال بھی نہیں آتا کہ ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو رہا ہے......!!!

CHAND SOLARS
NEAR J&K BANK, T.P. BRANCH KULGAM
Cell No's: 9419639044, 9596106546

دار العلوم سواء السبیل آپ کی خدمت............؟

دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام جو محتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آرہا ہے۔ الحمد للہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحر علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جارہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دار العلوم سواء السبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ اس سلسلے میں اَب دار العلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔ اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاوُن کی گذارش کی جارہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کرسکتے ہیں کہ ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔ ☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔ ☆ سیمنٹ یا لوہا خود لاسکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔ ☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کرسکتے ہیں۔ ☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کرسکتے ہیں۔

آپ کے خیر اندیش۔ خدّام : دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر

CHAND SOLARS
NEAR J&K BANK, T.P. BRANCH KULGAM
Cell No's: 9419639044, 9596106546

اپنے غرور سے باز آجا اس سے پہلے کہ تجھ پر مار پڑے!

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب

تیری علیٰحدگی اور خدا سے غیر حاضر رہنے نے تجھ کو خدا کے ساتھ مغرور بنادیا اپنے غرور سے باز آجا اس سے پہلے کہ تجھ پر مار پڑے، ذلیل کیا جائے اور مسلط کردیئے جائیں، تجھ پر بلیات کے سانپ اور بچھو تو نے بلا کا مزہ نہیں چکھا پس ضرور ہوا کہ مغرور یعنی جو کچھ تیرے پاس ہے اس پر اترائے مت کہ یہ سب عنقریب جاتا رہے گا اللہ عز وجل فرماتا ہے یہاں تک کہ جب وہ لوگ اترائے اس مال ودولت پر جوان کو دی گئی تھی تو ہم نے اچانک ان کو پکڑلیا جو نعمتیں اللہ پاک کے پاس ہیں ان سے بہرہ یابی صبر ہی کی بدولت ہوسکتی ہے اور اسی لئے اللہ پاک نے صبر کی جگہ جگہ تاکید فرمائی ہے فقر اور صبر دونوں جمع نہیں ہوسکتے مگر مومن کے حق میں۔ جو بندے محبّ ہوتے ہیں وہ تکلیفوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں، پس صبر کرتے ہیں اور ان کو نیک کاموں کا بلا کے ساتھ ساتھ الہام کیا جاتا ہے اور جو جوئی تکلیف ان کو ان کے رب کی طرف سے پہنچتی رہتی ہے وہ اس پر جمے رہتے ہیں اگر صبر نہ ہوتا تو تم مجھ کو اپنے اندر نہ دیکھتے میں گویا جال بنایا گیا ہوں جو پرندوں کا شکار کرتا ہے، رات بھر کیلئے میری آنکھیں کھولدی جاتیں اور دن میں میرے پاؤں سے جال چھڑالیا جاتا ہے۔ درآنحالیکہ آنکھیں بند رکھی جاتی ہیں اور میرا پاؤں جال میں بندھا رہتا ہے (کہ کہیں جانہ سکوں اور نصیحت سے آزاد منشوں کو پابندِ شرع اور غلام حق بناتا رہوں) یہ تمہاری ہی مصلحت کیلئے ہے مگر تم پہچانتے نہیں اگر حق تعالیٰ کی موافقت (جو میرے ذمہ فرض ہے) نہ ہوتی تو کون عاقل ہے جو اس شہر میں بیٹھنا گوارا کرے اور اسکے باشندوں میں رہے کہ عام طور پر اس میں ریا ونفاق اور ظلم وشبہات وحرام کی کثرت ہے، حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکر گزاری اور نعمتوں سے فسق وفجور پر اعانت حاصل کرنا بڑھا ہوا ہے، کثرت سے وہ لوگ ہیں جو گھر میں بیٹھیں تو درماندہ بیکار بنیں اور دُکانوں پر آئیں تو بڑے پرہیز گار بنیں۔ کھانے پینے میں زندیق اور منبر پر آویں تو گویا صدیق ہیں، اگر حکم کا پابند نہ ہوتا تو میں بتادیتا جو کچھ تمہارے گھروں میں ہے لیکن میرے لئے ایک بنیاد ہے جس کو تعمیر کی ضرورت ہے اور میرے بہت کچھ (روحانی) بچے ہیں جو تربیت کے محتاج ہیں، (پس نصیحت وتبلیغ کی بنیاد پر اصلاح خلق کی تعمیر اور مریدوں کی تکمیل وتربیت کیلئے مجھ کو پردہ پوش بنایا گیا ہے کہ لوگ متوحش نہ ہوں اور پاس آکر منتفع ہوتے رہیں، جو میرے پاس ہے اگر اس میں سے کچھ بھی میں کھولدوں تو وہ میرے اور تمہارے درمیان مفارقت کا سبب بن جائے میں اس حالت میں جسکے اندر اسوقت ہوں انبیاء ومرسلین کی طاقت کا حاجتمند ہوں مجھ کو ضرورت ہے ان کے سے صبر کی جو آدم علیہ السّلام سے میرے زمانے تک گذر چکے ہیں، میں حاجتمند ہوں ربانی قوت کا، اے میرے اللہ لطف اور مدد کر اور رضا نصیب فرما۔ آمین

تو دُنیا میں رہنے اور یہاں کے مزے اُڑانے کیلئے پیدا نہیں ہوا، حق تعالیٰ کی ناراضیوں کی جس حالت میں تو مبتلا ہے اس کو بدل تو نے اللہ کی اطاعت میں صرف لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لینے پر قناعت کرلی ہے، حالانکہ جب تک اس کے ساتھ دوسری چیز (یعنی عمل کو) نہ ملائے گا یہ تجھ کو نافع نہ ہوگا۔ ایمان مجموعہ ہے قول کا اور عمل کا۔ ایمان نہ مقبول ہوگا اور نہ مفید جبکہ تو معصیتوں ولغزشوں اور حق تعالیٰ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا اور اس پر اڑا رہے گا اگر نماز روزہ اور صدقہ اور نیکوکاریاں چھوڑیگا تو وحدانیت ورسالت کی محض گواہی کیا نفع دے گی؟ جب تو نے لا الٰہ الا اللہ کہا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے تو توحید کا) مدعی تو بن گیا اب کہا جائے گا کہ بتا کوئی تیرا گواہ بھی ہے؟ وہ گواہ کیا ہے؟ حکم ماننا، ممنوعات سے باز رہنا، مصیبتوں پر صبر کرنا، اور تقدیر کے سامنے گردن جھکانا یہ اس دعوے کے گواہ ہیں اور یہ بھی حق تعالیٰ کیلئے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے کیونکہ کوئی قول قبول نہیں ہوتا بلا عمل کے اور کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کے موافقت کے۔ اپنے مال سے جو کچھ ہوسکے فقیروں کی غم خواری کرو۔ اگر کسی چیز کے دینے کی طاقت ہو خواہ ذراسی ہو یا بہت سی تو سائل کو واپس نہ کرو۔ عطا کو محبوب سمجھنے میں حق تعالیٰ کی موافقت کرو، اور شکر گزار بنو کہ اس نے تم کو اسکا اہل بنایا اور عطا پر قدرت بخشی، تجھ پر افسوس ہے جب کہ سائل اللہ عز وجل کا ہدیہ ہے (جو تیرے پاس بھیجا گیا ہے) اور تو اس کو دینے پر قدرت بھی رکھتا ہے تو ہدیہ کو اسکے بھیجنے والے پر کس طرح رد کرتا ہے؟ میرے پاس بیٹھ کر تو سنتا اور روتا ہے اور جب فقیر آتا ہے تو تیرا قلب سخت بن جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تیرا رونا اور کان لگا کر سننا خالص اللہ کے واسطے نہ تھا میرے پاس بیٹھ کر سننا اولاً باطن سے ہونا چاہیے، پھر قلب سے اس کے بعد اعضاء کو نیکوکاریوں میں مشغول کرنے سے، جب تو میرے پاس آیا کرے تو ایسی حالت سے آیا کر کہ اپنے علم اور عمل اور زبان اور نسب اور حسب سے یکسو ہوکر اور مال اور اہل کو بھولا ہوا ہو، میر سامنے بیٹھ کر ماسوائے اللہ سے قلب کو برہنہ بنا، یہاں تک کہ خدا اس کو اپنے قرب اور فضل واحسانات کا جامہ پہنائے۔ میر پاس آنے کے وقت جب تو ایسا کرے گا تو اس پرندا جیسا بن جائے گا جو صبح کو بھوکا اُٹھتا اور شام کو پیٹ بھر واپس آتا ہے (کہ توکل کے دسترخواں سے بلا کسب شکم سیر ہوتا ہے) حق تعالیٰ کے نور سے قلب کو منور بنا اور اسی لئے جناب رسول اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اے فاسق! ڈر مومن سے اور اپنے معاصی کی گندگی میں لتھڑا ہوا اسکے پاس مت آ کیونکہ وہ اللہ عز وجل کے نور سے اس حالت کو دیکھتا ہے جس میں تو ملوث ہے، وہ دیکھتا ہے تیرے شرک کو تیرے نفاق کو۔

www.khanqah.in

Vol. 14 No: 38 | 25 October 2013 | Friday

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thoker
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Kashmir-192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 26-10-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت 14

اعداد وتقدیم: (مولانا) حذیفہ بن غلام محمد وستانوی
ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

اگر اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰؑ بھی آج زندہ ہوتے (دنیا میں) تو ان کو میری شریعت کی پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا، حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے، تو اپنی شریعت کی تعلیم اور دعوت نہیں دیں گے، بل کہ شریعت محمدیہ کی دعوت دیں گے، معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سارے انبیاء کی اتباع غیر ضروری قرار دی گئی، اور صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو لازم اور ضروری قرار دیا گیا ہے، دوسرے مقام پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت بتایا گیا ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل مکمل، اکمل اور اعلی بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ کو عالمگیر بنا کر بھیجا گیا ہے تا کہ قیامت کی صبح تک آنے والے انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی پیروی کر کے سرخرو ہوسکیں، اور جو آپ کی اطاعت واتباع نہیں کرتا وہ دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔

(۱۲) مسلمان کا ایمان بھی ہونا چاہیے کہ کسی نبی میں اللہ تعالی کی صفات نہیں ہوتیں، مثلاً مخفی و پوشیدہ باتوں کو جاننا یہ اللہ کا خاصہ ہے، حاجت برآری اور مشکل کشائی یہ اللہ تعالی کا خاصہ ہے، نافع وضار اللہ کی ذات ہے، بیماری وشفاء دہندہ اللہ ہی ہے مختار کل اللہ ہی ہے، ہر جگہ اور مقام پر اللہ ہی موجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے نبی ورسول سے ایسی امید وابستہ کرنے' اور اسے ایسا سمجھنے کے احتمالات کے باعث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح، واشگاف اور دوٹوک الفاظ میں کہلوادیا' تا کہ کسی قسم کا گمان وشبہ تک نہ رہ جائے کہ نبی بھی اللہ تعالی کے اختیارات، اس کی مالکیت، اس کی ربوبیت اور باقی صفات میں شریک وسہیم ہوسکتا ہے۔ ارشاد ہے۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول انی ملک ان اتبع الا مایوحی الی (الانعام ۵۰) آپ فرما دیجئے' میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں' اور نہ ہی میں چھپی باتیں جانتا ہوں' اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔

(۱۳) نافع وضار نبی نہیں صرف اور صرف اللہ تعالی ہے۔ ارشاد ہے: آپ فرمادیجئے' میں اپنے لیے کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں' اللہ جو کچھ چاہتا ہے وہ ہی ہوتا ہے' اور اگر مجھے چھپی باتوں کا علم ہوتا تو میں از خود بہت سے فائدے حاصل کر لیتا' اور مجھے کبھی نقصان نہ پہنچتا' میں تو صرف ایک ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔ (الاعراف ۱۸۸)

ایک مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ جو سلسلہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہوا تھا اسے حضرت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا ہے' آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (الاحزاب) آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ارشاد فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اگر میرے بعد سلسلہ نبوت جاری رہتا تو عمرؓ اس لائق تھا کہ نبوت اسے ملتی' آپ نے اپنی ختم نبوت کی مثال محل کی دی' کہ اللہ نے نبوت کا محل تعمیر کیا' صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی رکھی' اس جگہ مجھے رکھ کر اس سلسلہ کو مکمل کردیا۔

قربانی کس پر فرض ہے؟ جس شخص پر زکوۃ فرض ہو یا جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو یا اتنی قیمت کا مالِ تجارت ہو تو اس پر قربانی او رصدقۂ فطر واجب ہوجاتا ہے، شریعتِ اسلامیہ میں قربانی کی بڑی فضیلت ہے اور قربانی واجب ہونے کے باوجود نہ کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ (المسائل المہمة :۲/۱۵۲)

نصاب کے مقدار زائد از ضرورت مال میں قربانی: اگر کسی شخص کے پاس ضرورت سے زائد کپڑے، موبائل فون، گھریلو برتن، ٹیپ ریکارڈ، ٹیلی ویژن اور وی سی آر وغیرہ جن کی مالیت نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) کے برابر ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی، کیوں کہ وجوبِ قربانی کے لیے نصاب کا نامی ہونا اور اس پر سال گذرنا شرط نہیں ہے۔ (المسائل المہمة :۲/۱۵۳)

انگوٹھی میں مختلف پتھروں کے نگینے کا حکم: بعض لوگ چاندی کی انگوٹھی پہنتے ہیں اور اس میں مختلف قسم کے پتھر لگواتے ہیں، مثلاً عقیق، فیروز، یاقوت وغیرہ اور یہ اعتقاد ویقین رکھتے ہیں کہ فلاں پتھر میری زندگی پر اچھے اثرات ڈالتا ہے، زندگی پر اچھے برے اثرات انسان کے اپنے عملِ صالح یا عملِ بد سے ہیں نہ کہ پتھر سے، لہذا اس عقیدے کے ساتھ انگوٹھیوں کو پہننا ناجائز وحرام ہے۔ لیکن اگر کسی کا یہ عقیدہ نہ ہو اور وہ ان پتھروں کو اپنی انگوٹھی میں محض نگینہ کے طور پر لگالیں تو جائز ہے۔ (المسائل المہمة :۲/۲۴۸)

مختلف دھاتوں کی انگوٹھی کا حکم: مرد کیلئے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات مثلاً سونا، لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے، اسی طرح عورت کے لیے بھی سونا چاندی کے علاوہ دوسرے دھاتوں کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، البتہ لوہے کی وہ انگوٹھی جس پر چاندی چڑھائی گئی ہو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ (المسائل المہمة :۲/۲۵۰)

حقوق العباد:

۷......آپ کی کسی سے اگر رنجش ہو تو تین دن سے زیادہ علیحدگی مت رکھئے، کیوں کہ اگر آپ مسلمان کی طرف سے درگزر کریں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے۔

۸......سلوک اور احسان کرتے وقت اہل مت دیکھا کیجئے، کیوں کہ اگر نا اہل بھی ہو تو اس کے ساتھ کیوں نا اہل بنا جائے۔ حسن سلوک کے لیے تو آپ کا اہل ہونا کافی ہے۔

۹......لوگوں سے ان کی حالت کے مطابق برتاؤ کیا کیجئے۔ یعنی جاہل میں وہ کمال اور تقویٰ مت ڈھونڈیں جو علماء میں ہوا کرتا ہے۔ اور عوام کی طبیعتوں میں خواص کی سی سمجھ اور سلیقہ کی توقع مت رکھئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ الٰہی وہ طریقہ بتلادے جس سے مخلوق بھی مجھ سے محبت کرے اور آپ بھی راضی رہیں، تو حکم ہوا کہ اے داؤد دنیاداروں سے ان کی حالت کے مطابق برتاؤ کرو اور دینداروں سے ان کے حال کے مطابق۔

۱۰......برتاؤ کے وقت لوگوں کے مرتبوں کا بھی لحاظ رکھئے۔ یعنی اگر باعزت دنیا دار بھی آپ کے پاس آجائے تو اس کی عظمت کیجئے۔ چوں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دنیادار ذی عزت شخص (جریر بن عبداللہ) کے لیے چادر مبارک بچھادی تھی، اور یوں فرمایا کہ جس کسی قوم کا بڑا شخص تمہارے پاس آیا کرے تو اس کی عزت کیا کرو۔ (بحوالہ طبرانی)

۱۱......مسلمانوں کے عیب ہرگز ظاہر نہ کیجئے کیوں کہ پردہ پوشی کرنے والے جنت میں جائیں گے۔ غیبت بھی نہ کریں اور کسی کے عیب کی ٹوہ میں بھی نہ رہئے۔ یاد رکھئے کہ اگر آج آپ کسی مسلمان کی عیب جوئی کریں گے تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کے عیب ظاہر فرما کر رسوا کردیں گے اور جسے اللہ تعالیٰ رسوا کریں پھر اس کو امان کہاں؟

۱۲......تہمت کی جگہ سے بچئے، ورنہ لوگ بدگمان ہوں گے اور آپ کی غیبت میں مبتلا ہوجائیں گے اور چوں کہ ان کی مبتلا ہونے کا سبب آپ بنیں ہیں کہ نہ تہمت کے موقع پر جاتے اور نہ ان کو غیبت کا موقع ملتا، لہذا گناہ آپ پر بھی ہوگا، اس لیے کہ گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ازواج مطہرات میں سے کسی کے ساتھ مکان کے دروازہ پڑ کھڑے ہوئے کچھ باتیں فرما رہے تھے کسی شخص کا اس جانب سے گزر ہوا چوں کہ موقع تہمت کا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً آواز دے کر اس شخص سے فرمایا: اے شخص! جس عورت سے میں باتیں کر رہا ہوں یہ میری بیوی صفیہ ہے۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تو بہ ہے، کہیں آپ کی جانب بھی بدگمانی ہوسکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعجب ہی کیا ہے، شیطان تو بنی آدم کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ یعنی شاید تمہارے دل میں یہ وسوسہ پیدا کرتا اور وہ تمہارے بربادی کا سبب بنتا اس لیے مجھے اطلاع دینی ضروری ہوئی۔ اسی طرح سورۂ حجرات میں فرمایا گیا ہے:۔ ﴿إِنَّمَا المومنونَ الذینَ آمنوا باللّٰہِ ورَسولِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم في سبیل اللہ اولئک ھم الصدقون﴾ (سورہ حجرات ع ۲) اصل مومن بندے تو بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر کسی طرح کا شک وشبہ نہیں کیا اور اللہ کے راستے میں اپنے جان ومال سے پوری جد وجہد کی، بس یہی بندے ہیں سچے۔

وفائے عہد: عہد کا پورا کرنا بھی دراصل صدق اور سچائی ہی کی ایک خاص شکل ہے بل کہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر تو اس کے لیے صدق اور سچائی ہی کی ایک خاص شکل ہے بل کہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر تو اس کے لیے صدق ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:۔ ﴿من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ﴾ (سورہ احزاب ع ۳) ایمان والوں میں کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے۔

اس آیت میں وفائے عہد کو صدق ہی کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے بہر حال یہ صدق ہی کی ایک خاص قسم ہے

//بقیہ صفحہ 7 پر......//